قرآن اور صاحبِ قرآن کے مشترکہ اسماء کا تحقیقی جائزہ

محمد یٰسین خاں☆

منظور احمد الازہری☆☆

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یہ وہ عظیم الشان کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور اُن کی حقیقی فلاح و کامرانی کے لئے خاتم النبیین محمد الرسول اللہ ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل فرمایا۔ یہ کتاب فی الحقیقت خزینہ علوم و حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر چیز کا علم فراہم کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ایک فن کا ماہر اُسی سے مدد لیتا ہے اور اپنے مسائل کی تحقیق میں اُسی پر اعتماد کرتا ہے۔ فقہاء اس سے استنباطِ احکام کرتے ہیں اور حلال و حرام کے احکام ڈھونڈ کر نکال لیتے ہیں۔ نحوی حضرات اُسی کی آیات پر اپنے قواعدِ اعراب کی بنیاد رکھتے ہیں اور غلط و صحیح کلام میں امتیاز کرتے ہیں۔ اس میں گزشتہ قوموں کی تاریخ موجود ہے جو مؤرخین کے لیے اسلوبِ تاریخ کی تعلیم کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کے اندر پند و نصائح کا وہ ذخیرہ ہے جس سے صاحبِ بصیرت لوگ عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اس کے اسلوب و بیان، فصاحت و بلاغت اور فطری جاذبیت نے نوعِ انسان کے ہر طبقہ کے سنجیدہ اور ذہین افراد کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ہر دور میں ایسے باہمت اور سعادت مند اہلِ علم و فضل افراد موجود رہے ہیں جو اس سرچشمۂ علم و حکمت میں پنہاں مختلف علوم و فنون تک رسائی کے لیے ہمیشہ سرگرداں رہے اور اپنی اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق ان کے حصول میں بتوفیقِ الٰہی کامیاب ہوئے۔

قرآنِ مجید کے بے شمار علوم میں سے ایک علم، علم الاسماء کہلاتا ہے۔ قرآنِ مجید کے کثیر اسماء اپنے اندر علوم کا سمندر سموئے ہوئے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے بے شمار اسماء ہیں اِسی طرح سے قرآن اور صاحبِ قرآن کے بھی بے شمار اسماء ہیں جو ان کی عظمت کا پتہ بتاتے ہیں۔ جس طرح سے اللہ تعالیٰ کے ان گنت اسمائے

☆ای۔ایس۔ٹی عربی، گورنمنٹ بوائز کانپر ہنسو ہایئر سیکنڈری سکول، لاہور

☆☆ایسو سی ایٹ پروفیسر، ہائی ٹیک یونیورسٹی، واہ

حسنیٰ منقول ہیں لیکن ذاتی نام صرف اللہ ہے۔اِسی طرح حضور ﷺ کے صفاتی نام تو بے شمار ہیں لیکن ذاتی نام صرف دو(۲) ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفی ﷺ کو اُن محامد و محاسن، خصائص و امتیازات اور کمالات و معجزات سے نوازا جو کائنات میں کسی دوسرے نبی یا رسول کو عطا نہیں کئے گئے۔قرآن مجید کا لفظ لفظ ذکرِ مصطفی ﷺ کے بلند کئے جانے پر دلالت کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا کثیر الاسماء ہونا آپ ﷺ کی عظمت و رفعت اور شان و شوکت کی دلیل ہے۔کائنات میں ہر چیز کی پہچان اس کے اسم سے ہوتی ہے اسماء اپنے مسمیٰ کے اوصاف کا مظہر ہوتے ہیں ۔قرآن اور صاحبِ قرآن (رسول اللہ ﷺ) کے بہت سے اسماء خود قرآنِ پاک میں موجود ہیں اور اس کے علاوہ علوم القرآن، تفاسیر اور کتبِ احادیث میں بھی ان اسماء کا ذکر ملتا ہے۔

فی زمانہ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ قرآن اور صاحبِ قرآن سے تعلق مستحکم کرنے کے لئے حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی سے ایسے قلبی و جبی تعلق کا احیاء کیا جائے جس سے اہلِ ایمان کے قلوب میں آپ ﷺ کی اطاعت و محبت اور تعظیم و توقیر کے چراغ روشن ہو جائیں۔اُن میں آپ ﷺ کے دین کی حقیقی اِتباع اور نصرت کا جذبہ پیدا ہو اور قرآنِ مجید سے ایسا مضبوط تعلق قائم ہو جائے کہ اس کے علوم و معارف تک رسائی حاصل ہو سکے۔اس پس منظر میں ضرورت تھی کہ قرآن اور صاحبِ قرآن کے اسماء میں پوشیدہ اوصاف و حقائق کو مزید واضح صورت میں بیان کیا جائے تا کہ ایک عام قاری کی تشنگی کو تسلی حاصل ہو سکے۔

۱۔ اَلْأَمرُ: ماده (ا م ر)

امام راغب اصفہانیؒ المفردات القرآن میں وضاحت کرتے ہیں کہ اَلاَمرُ کے معنی: نشان یعنی حالت کے ہیں اور اس کی جمع اُمور ہیں۔[1] اور دوسرے اہلِ لغت نے یہ معانی بیان کیے ہیں" کسی چیز کا بہت زیادہ ہو جانا۔[2] حکم، حاجت، معاملہ، کام یا بات کو امر کہتے ہیں۔[3] اور امر کا ایک معنٰی قانونِ خداوندی بھی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنزَلَهُ إِلَيْكُمْ۔ [4] یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اتارا.

اس آیت کریمہ میں قرآن مجید کو "امر اللہ" کہا گیا ہے، جیسا کہ علامہ زرکشی نے "البرھان"[5] میں اور علامہ سیوطی نے "الاتقان"[6] میں قرآن مجید کے اسماء گرامی میں اس نام کو ذکر فرمایا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں قرآن مجید کو امر اللہ قرار دیا، آپؓ نے غزوہ بدر کے بعد جو قصیدہ لکھا اس کے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

الم تجدوا كلامي كان حقا　　　وامر الله ياخذ بالقلوب[7]

اللہ کے رسول ﷺ نے کفار کو پکارا اور فرمایا: کیا تم نے میرے کلام کو حق نہیں پایا؟ اور اللہ کا حکم دلوں کو پکڑ لیتا ہے۔

کسی بھی کام کا حکم دینے والے کو آمر کہا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ مختلف مقامات پر مسلمانوں پر احکامات الٰہی کو جاری فرماتے اور انہیں اعمال صالحہ کرتے رہنے کا حکم دیتے اور نازیبا اعمال سے منع کیا کرتے تھے اسی بنیاد پر آپ ﷺ کو آمر کے اسم سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا -[8]

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور اس پر ثابت قدم رہئے۔

امام محمد بن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

يقول الله تعالیٰ لنبيه محمد ﷺ وامر يا محمد ﷺ اهلک بالصلوٰة واصطبر عليها، يقول: واصطبر على القيام بها و ادائها بحدودها انت۔[9]

اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے فرما رہا ہے: اے محمد ﷺ! اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور ان کو تمام حدود و قیود کے ساتھ ادا کرتے رہنے پر ثابت قدم رہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ-[10] اور بھلائی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کش رہیں۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں:

ان الله امر نبيه ان يامر الناس بالعرف وهو المعروف فی كلام العرب مصدر فی معنی المعروف-[11]

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیں۔ عرف کلام عرب میں بھلائی کے معنی میں معروف ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ۔ [12] وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا۔

ابن جریر رقم فرماتے ہیں:

يقول الله تعالى يامر هذا النبى الامى اتباعه بالمعروف-[13]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اُمی نبی اپنے متبعین کو بھلائی کا حکم دیتا ہے۔

اٰمِرؐ ﷺ (حکم دینے والے)

آپ ﷺ احکام خداوندی کے "اٰمر" ہیں،اس کو نہ صرف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا بلکہ خود نبی محترم ﷺ نے بھی خود کو اس وصف سے موصوف کرتے ہوئے متعدد مقامات پر اس کا اظہار فرمایا۔ جس کا اظہار مسند احمد کی ایک روایت میں یوں کیا:

يَا بَنِى فُلاَنِ! اِنِّى رَسُولُ اللهِ اَلِيكُم اٰمُرُكُم اَن تَعبُدُوا الله وَلاَ تُشرِكُوا بِهِ شَيئًا۔[14]

اے بنو فلاں! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر آیا ہوں، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا۔

سنن ابو داؤد کی روایت یوں بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اٰمر ہونے کا انکار کرنے کو ایک فتنہ قرار دیتے ہوئے قیامت کی نشانی بیان فرمائی۔

لاأُلفين احدكم متكئا على اريكته ياتيه الامر من امرى مما امرت به او نهيت عنه فيقول لا ندرى ما وجدنا فى كتاب الله اتبعناه۔[15]

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے ایک آدمی اپنی تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہو گا اور اس کے پاس احکامات میں سے کوئی حکم جس کا میں نے حکم دیا ہے یا جس سے میں نے منع کیا ہے آئے گا تو وہ کہے گا ہم صرف اس کی پیروی کرتے ہیں جسے ہم نے کتاب اللہ میں پایا ہے۔

لوگوں کوامر بالمعروف کا حکم دینا آپ ﷺ کا فرضِ عین تھا۔ جیسا کہ علامہ جرجانی اپنی کتاب شافیہ میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے علاوہ اُمت کے افراد پر یہ حکم فرضِ کفایہ ہے۔ شرف الدین بوصیریؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

نَبِيُّنَا الآمِرُ النَّاهِي فلا أَحَدٌ أَبَرُّ في قَـولِ لا منه ولا نَعَمِ [16]

"ہمارے نبی ﷺ حکم دینے والے اور منع کرنیوالے ہیں۔ آپ ﷺ سے جہان میں نہ اور ہاں کے معاملہ میں کوئی نیک نہیں۔[17]

۲۔اَلاِمَامُ: مادہ (ا م م)

امام کے معنی ہیں: آگے، سامنے، مستقبل، قصد وارادہ کرنا، وسیع راستہ، وہ شخص جو آگے ہو۔

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں۔

امام وہ ہے جس کی اقتداء کی جائے خواہ وہ انسان ہو یا اس کا قول وفعل یا کتاب وغیرہ جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر ہو اس کی جمع اَئِمَّہ ہے۔[18]

قرآنِ کریم میں یہ لفظ مندرجہ ذیل معانی میں استعمال ہوا ہے۔ قائد، لوحِ کتاب، واضح راستہ۔ قرآن کریم ہر قسم کی خیر و بھلائی کا جامع ہے۔ چنانچہ عمرؓ بن حسینؓ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی ایک ہی رات میں قرآن ختم کردے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؓ نے جواباً ارشاد فرمایا:

مَا اَجوَدُ ذَالِکَ،اِنَّ القُرآنَ اِمَامُ لِکُلِّ خَیرٍ-[19]

یہ کیا ہی خوب عمل ہے بلاشبہ قرآن ہر قسم کی خیر اور بھلائی کا پیش خیمہ ہے۔

اگر امام بمعنی "ام" ہو تو قرآن کریم کو پچھلی تمام کتابوں کی اصل اور ان کے احکامات کا جامع ہونے کی وجہ سے بھی امام کہا جائے گا جیسے سورۃ الفاتحہ کو اس لئے "ام القرآن" اور "ام الکتاب" کہا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم کے تمام مضامین کا خلاصہ اور مجموعہ ہے۔امام ابن جریر فرماتے ہیں:

والعرب تسمى كل جامع امرا او مقدم لامر اذا كانت له توابع تتبعه هو لها امام جامع اما، فتقول للجلدة التى تجمع الدماغ ام الراس ۔[20]

اہل عرب ہر جامع امر کو یا جو چیز کسی شی کا پیش خیمہ ہو جس کے توابع کی پیروی کی جائے، کو "ام" کہتے ہیں جیسے انسانی جسم کی جلد کا وہ حصہ جو دماغ کا جامع ہے اس کو "ام الراس" کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَن رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبّاً وَبِالاِسلَامِ دِیناً وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُولاً وَ بِالقُرآنِ اِمَاماً کَانَ حَقّاً عَلَی اللّٰہِ رِضَاہُ۔[21]

جو شخص اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، محمد ﷺ کے رسول ہونے اور قرآن کریم کے امام ہونے پر راضی ہو گیا تو اللہ پر حق ہے کہ اس سے راضی ہو جائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَلَیکُم بِالقُرآنِ، فَاتَّخِذُوہُ اِمَاماً وَ قَائِداً فَاِنَّہُ کَلَامُ رَبِّ العَالَمِینَ۔[22]

تم پر لازم ہے کہ قرآن مجید کو تھامے رہو، اسے امام اور قائد بنالو کیونکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے۔

قرآن کے امام ہونے کا معنی صرف یہ نہیں کہ اُسے سامنے رکھ کر تلاوت کر لی جائے بلکہ اس کی اصل امامت یہ ہے کہ اس کے احکام پر عمل کیا جائے اور اس کے احکام پر عمل ممکن ہی نہیں جب تک کہ اسے سمجھا نہ جائے جب تک اُس کی سمجھ نہیں آئے گی اُس وقت تک اُس پر عمل نہیں ہو سکتا ہے۔

اَلاِمَامُ ﷺ (پیشوا):

جس طرح قرآن مقدس کو امام کہا جاتا ہے اسی طرح حضور اقدس ﷺ کو بھی امام کہا جاتا ہے۔
کیونکہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی طرف

رجوع کیا جاتا ہے اور مخلوق آپ ﷺ کو اپنا پیشوا اور امام تسلیم کرتی ہے۔ آپ ﷺ کے اس اسم مبارک کا اشارہ قرآن مقدس میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَوْمَ نَدْعُو کُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ۔[23]

جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أي بنبيهم بأن يقال: يا أمة فلان!۔[24]

یعنی ہر امت کو اس کے نبی کے ساتھ بلایا جائے گا اور کہا جائے گا: اے فلاں کی امت!

اس آیت میں کسی بھی امت کے نبی کو اس امت کا امام قرار دیا گیا اور یقیناً ہمارے آقا و مولا محمد مصطفی ﷺ بھی اپنی امت بلکہ جمیع امم اور جمیع رسل کے امام ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے لئے امام کا لفظ استعمال فرمایا اور خود کو انبیاء کرام کا امام قرار دیا۔ حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا:

اِذَا کَانَ یَومُ القِیَامَۃِ کُنتُ إِمَامَ الأَنبِیَاءِ وَ خَطِیبُھُم وَ صَاحِبُ شَفَاعَتِھِم غَیرَ فَخرٍ۔[25]

جب قیامت کا دن ہو گا تو میں انبیاء کا امام ہوں گا اور ان کا خطیب اور شفاعت کرنے والا ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لوگوں پوچھا کہ آپ ﷺ پر کس طرح سے درود پڑھیں تو آپؓ نے فرمایا:

اس طرح درود پڑھا کرو: اے اللہ! اپنی صلوات، رحمت اور برکت سید المرسلین، امام المتقین خاتم النبیین محمد ﷺ پر بھیج جو تیرے بندے اور رسول ہیں اور بھلائی کے امام و پیشوا اور رسولِ رحمت ہیں۔[26]

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

ان کے امام جو سچ کی ہدایت کرتے ہیں۔ مجاہد، سچائی کے معلّم ہیں ان کی اطاعت کریں تو ہدایت پائیں۔[27]

آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ میں سے اعلی وصف امامت کا بھی ہے جس کا معنی قابل اقتداء ہونا ہے۔ اس بات میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ ہمارے آقا و مولا محمد مصطفی ﷺ تمام انسانیت کے لئے مقتداء و پیشوا کی حیثیت کے مالک ہیں، اسی نسبت سے آپ ﷺ کو امام کہا جاتا ہے۔

۳۔ اَلمُبَارَکُ : مادہ (ب ر ک)

اس کا مادہ (ب ر ک) ہے اور لغوی معنی ہے: اونٹ کا سینہ، کسی شے میں خیر الٰہی ثابت ہونا۔ ہر وہ چیز جس میں خیر و برکت پائی جائے۔[28]

قرآن کریم ہر لحاظ سے خیر و برکت کا مجموعہ ہے اور اسے "بحر البرکات" کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ اللہ کریم نے قرآن مجید کی چار آیات بینات میں اس کو مبارک یعنی باعث خیر و برکت قرار دیا ہے۔

وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۔[29]

اور یہ ہے برکت والی کتاب کہ ہم نے اُتاری تصدیق فرماتی ان کتابوں کی جو آگے تھیں۔

امام بغوی فرماتے ہیں:

أَيِ: الْقُرْآنُ كِتَابٌ مُبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ-[30] یعنی قرآن مبارک کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔

قرآن کریم کے مبارک ہونے کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ ابن عاشور رقمطراز ہیں:

وَالْقُرْآنُ مُبَارَكٌ لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى الْخَيْرِ الْعَظِيمِ، فَالْبَرَكَةُ كَائِنَةٌ بِهِ، فَكَأَنَّ الْبَرَكَةَ جُعِلَتْ فِي أَلْفَاظِهِ، وَلِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَوْدَعَ فِيهِ بَرَكَةً لِقَارِئِهِ الْمُشْتَغِلِ بِهِ بَرَكَةً فِي الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ-[31]

قرآن کریم مبارک ہے کیونکہ یہ عظیم خیر پر دلالت کرتا ہے، لہذا برکت اس کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، گویا اس کے الفاظ میں برکت رکھ دی گئی ہے اور اللہ بزرگ و برتر نے اس کے قاری کے لئے اس میں برکت ودیعت فرمادی ہے اور اس کی تلاوت میں مشغول رہنے والا دنیا و آخرت میں برکت سے بہرمند ہوتا ہے۔

صاحبِ الھدیٰ والبیان رقمطراز ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ صرف اس کے الفاظ ہی میں برکت نہیں بلکہ یہ عظیم کتاب ہر لحاظ سے سراپائے برکت ہے۔ توحید و عبودیت، عقائد اسلامیہ، اوامر و نواہی، وعد و وعید اور ترغیب و ترہیب الغرض ہر معاملے میں قرآن کریم باعث برکت ہے۔ نہ صرف فی نفسہ مبارک ہے بلکہ علی غیرہ بھی مبارک ہے۔ برکت کا ہر معنی اس میں مستحضر ہے۔ اپنے حکم و احکام، مقاصد و اھداف، اخبار، قصص اور امثال و غیرھم ہر لحاظ سے قرآن مجید مبارک ہے۔[32]

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ ۔[33]

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اُتاری تو اس کی پیروی کرو۔

یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید کے بتائے ہوئے راستے پر عمل کیے بغیر اس کی برکت سے کما حقہ فیض یاب ہونا ناممکن ہے۔اسی لئے محض بابرکت ہونے کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ اس کی اتباع اور پیروی کا بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

وَوَصْفِهِ بِالْبَرَكَةِ لِمَنِ اتَّبَعَهُ وَعَمِلَ بِهِ فِي الدنيا والآخرة-[34]

اللہ کریم نے قرآن مجید کو برکت کے ساتھ موصوف کیا ہے، یہ اس شخص کے لئے ہے جو اس کی پیروی کرتے اور دنیا و آخرت کے بارے میں اس پر عمل کرے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهذا ذِكْرٌ مُبارَكٌ أَنْزَلْناهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ-[35]

یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے کیا تم اس کے منکر ہو۔

اس آیت میں ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ جیسا کہ جمہور مفسرین نے بیان فرمایا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

كِتابٌ أَنْزَلْناهُ إِلَيْكَ مُبارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آياتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبابِ-[36]

کتاب جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے مبارک ہے تاکہ عقل والے اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور نصیحت قبول کریں۔

علامہ ابن عاشور رقمطراز ہیں:

وَالْمُبَارَكُ: الْمُنْبَثَّةُ فِيهِ الْبَرَكَةُ وَهِيَ الْخَيْرُ الْكَثِيرُ، وَكُلُّ آيَاتِ الْقُرْآنِ مُبَارَكٌ فِيهَا لِأَنَّهَا: إِمَّا مُرْشِدَةٌ إِلَى خَيْرٍ، وَإِمَّا صَارِفَةٌ عَنْ شَرٍّ وَفَسَادٍ، وَذَلِكَ سَبَبُ الْخَيْرِ فِي الْعَاجِلِ وَالْآجِلِ وَلَا بَرَكَةَ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ-[37]

اور قرآن مجید کا بابرکت ہونا، اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں برکت رکھ دی گئی ہے اور یہی خیر کثیر بھی ہے اور قرآن مقدس کی تمام آیات مبارک ہیں کیونکہ یا تو یہ خیر و بھلائی کی راہ دکھاتی ہیں، یا شر و فساد سے پھیر دیتی ہیں اور جلد یا بدیر یہ خیر و بھلائی کا سبب ہے۔اور اس کی سے بڑی کوئی برکت نہیں۔

اَلمُبَارَکُ ﷺ (بابرکت):

مبارک اس ذات کو کہتے ہیں جس کی ذات میں کثیر تعداد میں برکت پائی جائے جسے وہ غیر سے بطور تعلیم، قدر، نصیحت یا کوشش سے حاصل کرے۔ بندے کو مبارک اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی ذات میں برکت ودیعت فرما رکھی ہوتی ہے اور خود اللہ کی ذات متبارک ہے کہ ہر قسم کی برکت اللہ کی ذات سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں سے ایک "المبارک" ہے جس کا معنی ہے کہ آپ ﷺ کی ذات میں اللہ نے برکت رکھی ہے اور ہر لمحہ آپ ﷺ کی ذات والا صفات پر برکتیں نازل کی جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ-[38]

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (کریم ﷺ) پر درود پڑھتے ہیں۔

کئی ایک جلیل القدر علماء نے تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم محمد ﷺ پر برکتیں اتارتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

يقول تعالى: إن الله و ملائكته يبركون على النبى محمد ﷺ و عن ابن عباس رضى الله عنهما يقول: يباركون على النبى-[39]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر برکتیں اتارتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔

صاحب تفسیر خازن رقمطراز ہیں:

قال ابن عباس أراد أن الله يرحم النبى ﷺ والملائكة يدعون له وعنه أيضا يصلون يتبركون-[40]

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور درود پڑھ کر برکتیں سمیٹتے ہیں

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ- [41]

کہہ دیں اے میرے ربّ مجھ کو برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ ﷺ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں۔

متعدد شعراء کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ چنانچہ شاعر رسول حضرت حسّان بن ثابت فرماتے ہیں۔

صلی الالہ و من یحف بعرشہ والطیبون علی المبارک احمد-[42]

مبارک احمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور اس کا عرش کو گھیرنے والے فرشتے اور پاک لوگ درود شریف بھیجیں۔

آپ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ مرثیہ پڑھتی ہیں:

فابکی المبارک والموفوذا التقی حامی الحقیقة ذا الرشاد المرشد-[43]

مبارک اور صاحبِ توفیق وتقویٰ، حقیقت کے حامی رشد وہدایت والے پر خُوب روو۔

۴۔ اَلبُرھَانُ: مادہ (ب ر ہ)

اس کے معنی روشن، دلیل اور حجت کے ہیں اور یہ فعلان کے وزن پر ہے۔ بُرھان دلیل قاطع کو کہتے ہیں جو تمام دلائل سے زوردار ہو اور ہر حال میں ہمیشہ سچی ہو اس لیے دلیل کی پانچ اقسام ہیں (وہ جو ہمیشہ صدق کی مقتضی ہو۔ وہ جو ہمیشہ کذب کی مقتضی ہو۔ وہ جو اقرب الی الصدق ہو۔ جو کذب کے زیادہ قریب ہو۔)[44]

قرآن کریم کے اسماء میں ایک "البرھان" بھی ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ -[45]

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں:

في البُرهان ثلاثة أقوال: أحدها: أنه الحجة، والثاني: القرآن، والثالث: أنه النبيّ محمّد عليه السلام، قاله سفيان الثوري-[46].

برھان میں تین اقوال ہیں: اس سے مراد "حجۃ"، قرآن مجید اور سیدنا محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ اس کے قائل حضرت سفیان ثوری ہیں۔ انہوں نے ابن جریج کا قول ذکر کیا ہے کہ برھان سے مراد قرآن کریم ہے۔[47]

اَلبُرھَانُ ﷺ (اللہ تعالیٰ کی برھان):

اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر کا فرمانِ عالی شان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا-[48]

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ بُرھان سے مراد "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ہیں۔[49]

صاحبِ تفسیرِ کبیر لکھتے ہیں:

برھان سے مراد محمد ﷺ ہیں اور یہ اسم گرامی آپ ﷺ کا اس لیے رکھا گیا کیونکہ آپ ﷺ کا اصل کام حق اور باطل کے درمیان برھان قائم کرنا تھا۔ اور جب حضرت محمد ﷺ کا جہانوں کیلئے رسول ہونا ثابت ہو گیا اور قرآنِ کریم سچی کتاب ثابت ہو گئی تو اسکے بعد ان کو حکم دیا گیا کہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی تابعداری کریں اور ان کو اس پر ثواب کا وعدہ دیا۔[50]

۵۔ اَلبُشریٰ، اَلبَشِیرُ، اَلمُبَشِّرُ:   مادہ (ب ش ر)

خوشخبری، خوشخبری دینے والا۔ جو لوگوں کو ایمان و اعمالِ صالح کے خوشگوار نتائج کی خوشخبری دے اِسے بشیر و مبشر کہا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں بشیر و نذیر حضراتِ انبیا کرام علیہ السلام کیلئے آیا ہے۔[51]

علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ بدرالدین زرکشی نے:

قرآن کریم کے اسماء مبارکہ میں بشیر اور بشری کو بھی ذکر کیا ہے ہے۔[52]

قرآن مجید کی ایک آیت میں "بشیر"، تین آیات میں "مبشر" اور پانچ آیات بینات میں قرآن مجید کو "بشری" کہا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ۔[53]   اور ہدایت و بشارت مسلمانوں کو۔

بلاشبہ قرآن کریم اللہ کی طرف سے بشارت ہے۔ بشارت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ بشارت خیر   ۲۔ بشارت شر

قرآن مقدس مومنین، مسلمین، صابرین، متقین، صادقین، محسنین اور صالحین کے لئے بشارت خیر ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ۔[54]

انہیں ان کا رب بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے رحمت اور خوشنودی کی اور ان کے لئے باغات ہیں جن میں ہمیشہ کی نعمتیں ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا-[55]

بے شک یہ قرآن سیدھی راہ بتلاتا ہے اور بشارت دیتا ہے ان مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں کہ ان کے بہت بڑا اجر ہے۔

قرآن کریم میں کافروں اور منافقوں کو بشارت شر دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا-[56] بشارت دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں بشارت خیر اور بشارت شر کا ذکر کیا گیا ہے۔ صالحین عاملین کے لئے قرآن کریم بشیر اور مذنبین وکافرین کے لئے نذیر ہے۔

بَشِیرٌ ﷺ:

نبی کریم ﷺ کی عظمتِ بشارت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا-[57]

بے شک ہم نے آپ کو حاضر وناظر، خوشخبری سنانے اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ﷺ کو بشارت دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ بشارت دینے والے کو بشیر کہا جاتا ہے اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو بھی بشیر کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ -[58] ان کا رب انہیں اپنی طرف سے رحمت کی بشارت دیتا ہے۔

البتہ اللہ کریم کے بشیر ہونے اور نبی کریم ﷺ کے بشیر ہونے میں فرق ہے۔ علماء کرام بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں پر بشارت کی نسبت ہو تو اس سے مراد وہ ذات ہوتی ہے جو دائمی طور پر لوگوں کو بشارت دے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر اس معنی میں کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے طولِ حیات میں

مخلوق کو بشارات دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات مقدسہ میں آپ ﷺ کو بشیر کے اسم سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا-[59]

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے بشارت اور ڈر سنانے والا بنا کر۔

امام ابن جریر طبری رقم طراز ہیں:

وما ارسلناک یا محمد الی هؤلاء المشرکین بالله من قومک خاصة و لکنا أرسلناک کافة للناس أجمعین: العرب،منهم والعجم والأحمر والأسود بشیرا من أطاعک و نذیرا من کذبک-[60]

اے محمد ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو بطور خاص آپ ﷺ کی قوم کے مشرکوں کی طرف بھیجا ہے لیکن بالعموم آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے بھیجا ہے خواہ وہ عرب ہوں یا عجم، سرخ ہوں یا کالے۔اور بشارت دینے والا اس کو جو آپ ﷺ کی اطاعت کرے اور ڈر سنانے والا اس کو جو آپ ﷺ کو جھٹلائے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا-[61] ہم نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

مُبَشِّرٌ ﷺ:

اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ-[62]

اور یاد کرو عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ "اے بنی اسرائیل، میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اُس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے، اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہو گا۔

اس آیت کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام کو مبشِر اور حضرت سیدنا محمد ﷺ کو مبشَر کہا گیا ہے۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام بھی آپ ﷺ کی بشارت دیتے رہے۔ چنانچہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والنبي الذى هو خاتم النبيين الذى بشر به الأنبياء كلهم والتوراة وغيرها من الكتب السماوية-[63]

اور وہ نبی خاتم النبیین ﷺ ہیں جن کی تمام انبیاء کرام، تورات اور اس کے علاوہ دیگر آسمانی کتابیں خوشخبری سناتے رہے۔

ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جبریل حاضر ہوا اور عرض کیا:

بشر أمتک أنه من مات لا يشرک بالله شيئا دخل الجنة -[64]

اپنی امت کو بشارت دیجئے کہ جو شخص اس حال میں مر گیا کہ اس نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

آپ ﷺ نے خود اپنے لئے مبشر کا لفظ استعمال فرمایا۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

أَنَا أَوَّلُهم خُرُوجاً وَ أَنَا قَائِدُهم إِذَا وَفَدُوا وَ أَنَا خَطِيبُهم إِذَا انصُتُوا وَأَنَا مُشفِعُهم إِذَا حَبَسُوا وَ أَنَا مُبَشِّرُهم إِذَا ائيَسُوا-[65]

جب لوگ قبروں سے نکلیں گے تو میں سب سے پہلا ہوں گا، اور جب وہ وفد کی صورت میں ہونگے تو میں ان کا قائد ہونگا اور جب وہ سب خاموش ہونگے تو میں ان کا خطیب ہونگا اور جب انہیں روک لیا جائے گا تو میں ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور جب وہ مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں بشارت دینے والا ہوں گا۔

٦۔ اَلبَیَانُ، اَلبَیِّنَۃُ، اَلتِّبیَانُ، اَلمُبِینُ:　　مادہ (ب ی ن)

کسی چیز کا کھل کر سامنے آجانا، واضح ہو جانا، نمودار ہو جانا۔ (اس میں لازم و متعدی دونوں معنی پائے جاتے ہیں) وہ دلیل وغیرہ جس سے کوئی چیز آشکار اور واضح ہو جائے بیان کہلاتی ہے۔[66]

امام زبیدیؒ بیان اور تبیان کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

امام شریشی کی مقامات کی شرح میں ہے کہ کسی لفظ کے معین کا واضح اور ظاہر ہونا بیان ہے اور معنی کا جاننا اور اس کی وضاحت کرنا تبیان ہے۔ [67]

وہ حقائقِ مستورہ کو ظاہر کرنے والا ضابطہ حیات یا وہ ضابطہ حیات جو اپنے کھلے کھلے حقائق رکھتا ہے جن حقائق کا تعلق دنیائے محسوسات سے ماوراء ہے ان کا معلوم کرلینا انسان کے بس کی بات نہیں وہ انسانی عقل کے دائرے سے باہر ہوتے ہیں انھیں خود اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے رسول پر منکشف کرتا ہے اس طرح حقیقت کو منکشف کردینے کا نام تبیان ہے اسی لیے قرآنی حقائق کو بینات کہا گیا ہے یعنی وہ حقیقتیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے خود ظاہر کیا ہے اگر وہ انھیں بیان (ظاہر) نہیں کرتا تو وہ مستور ہی رہتیں ہیں۔

قرآن کریم کی تقریباً تیس آیات میں قرآن مجید کو تبیان اور بینات کہا گیا ہے۔ اس بات میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ بنی نوع انسان اپنی اجتماعی یا انفرادی زندگی میں جن جن اشیاء محتاج ہے یہ قرآن کریم کا واضح بیان ہے اور اس کی مکمل وضاحت کرتا اور بہترین راہنمائی فرماتا ہے۔ اس کے علاوہ ابتداء سے انتہاء تک حتی کہ جنت میں اہل جنت کے ٹھکانوں اور نعمتوں اور جہنم میں اہل جہنم کے ٹھکانوں اور عذابات کی مکمل تفصیل کا ذکر بھی قرآن مقدس میں پوری وضاحت سے موجود ہے۔ ان تمام وضاحتوں کی بنیاد پر قرآن مقدس کو تبیان، بیان، بینات، مبین وغیرہ اسماء سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ - [68]

یہ لوگوں کے لئے بیان اور ہدایت ہے اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رقمطراز ہیں:

هَذَا بَيانٌ لِلنَّاسِ يَعْنِي الْقُرْآنَ فِيهِ بَيَانُ الأمور عَلَى جَلِيَّتِهَا وَكَيْفَ كَانَ الْأُمَمُ الْأَقْدَمُونَ مَعَ أَعْدَائِهِمْ وَهُدىً وَمَوْعِظَةٌ يَعْنِي الْقُرْآنَ فِيهِ خَبَرُ ما قبلكم۔ [69]

یہ بیان ہے لوگوں کے لئے یعنی یہ قرآن، اس میں تمام امور کا واضح بیان ہے پچھلی امتوں کا اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا حال ہے اور ھدایت اور نصیحت ہے یعنی یہ قرآن، کہ اس میں تم سے پہلوں کی خبریں ہیں۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

وفي المشار إليه ب «هذا» قولان: أحدهما: أنه القرآن-والثاني: أنه شرح أخبار الأمم السالفة-[70].

ھذا اسم اشارہ کے مشار الیہ کے بارے اقوال ہیں: ایک یہ کہ اس سے مراد قرآن کریم ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد گذشتہ امتوں کے احوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ - [71]

بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ يَعْنِي الْقُرْآنَ. [72]

یہ روشن آیات سے مراد قرآن مقدس ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

فَقَدْ جَاءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ - [73]

تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آئی۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رقمطراز ہیں:

فَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيِّ الْعَرَبِيِّ قُرْآنٌ عَظِيمٌ فِيهِ بَيَانٌ لِلْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَهُدًى لِمَا فِي الْقُلُوبِ وَرَحْمَةٌ من الله لعباده الذين يتبعونه ويقتفون ما فيه-[74]

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے محمد عربی ﷺ کی زبانی قرآن عظیم آیا ہے جس میں حلال و حرام کا واضح بیان ہے، دلوں کے معاملات میں ہدایت اور اللہ کی طرف سے اس کے ان بندوں کے لئے رحمت ہے جو قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ - [75] اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

علامہ ابن کثیر ذکر کرتے ہیں:

قَدْ بَيَّنَ لَنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ كُلَّ عِلْمٍ وَكُلَّ شَيْءٍ. كُلُّ حَلَالٍ وكل حرام- أَعَمُّ وَأَشْمَلُ-[76]

بے شک ہمارے لئے اس قرآن میں ہر علم اور ہر چیز کو بیان کر دیا۔ اور ہر قسم کے حلال و حرام کا بیان ہے۔

بے شک قرآن کریم گزرے ہوئے اور آنے والے تمام زمانوں سے علم نافع پر مشتمل ہے اور ہر قسم کا حلال و حرام اور ہر وہ چیز جس کے انسان اپنے دنیاوی، دینی، معاشی اور اخروی امور میں محتاج ہوتے ہیں قرآن نے بیان کر دیے ہیں۔

اَلبَیَانُ ﷺ (مقاصد کو کھولنے والے):

نبی کریم ﷺ بھی البیان ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس ذات خداوندی کی واضح و روشن اور کھلی دلیل و برھان ہے۔ آپ ﷺ نا صرف ذات کے لحاظ سے بیان و مبین ہیں بلکہ احکام خداوندی اور کتاب الٰہی کی صحیح ترجمانی کرنے کی وجہ سے بھی مبین کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کو قرآنی علوم اور بالخصوص رحمانی علوم کا محرم راز بنایا گیا اور آپ ﷺ کو موقع بموقع اللہ تعالیٰ کی رضا و مرضی سے اس کے اسرار کو لوگوں پر ظاہر فرماتے تھے، جس کا ذکر قرآن مقدس میں بھی کیا گیا ہے اور اللہ رب العزت نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ آپ ﷺ کو بیان کرنے کا سلیقہ خود رب کائنات سے سکھایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ [77] آپ ﷺ کو بیان سکھایا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ۔ [78] پھر ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا ہے۔

امام ابنِ شہاب زہریؒ کا بیان ہے:

میں نے وہ کتاب (تحریر) دیکھی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو اہلِ نجران کے عامل بننے پر لکھ کر دی تھی وہ کتاب ابو بکر بن حزم کے پاس تھی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا تھا کہ یہ بیان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ہے۔ [79]

اَلبَیِّنَةُ ﷺ (واضح حجت):

اس بات میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ کی روشن وواضح دلیل بن کر دنیامیں جلوہ گر ہوئے ہیں۔آپ ﷺ کے "البینۃ" ہونے پر قرآن مقدس میں واضح اشارے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد گرامی ہے:

حَتّٰی تَاتِیَھُمُ البَیِّنَۃُ ۔ [80]　　جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل آئی۔

حضرت ابنِ جریج سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے فرمان" حَتّٰی تَاتِیَھُمُ البَیِّنَۃ"سے مراد حضورِاقدس ﷺ ہیں۔[81]

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان" مِنۢ بَعدِ مَا جَآءَ تھُمُ البَیِّنَۃُ"یعنی پیچھے اس چیز کے جوانکے پاس دلیل آئی سے محمد رسول اللہ ﷺ مراد ہیں۔[82]

مُبِینٌ ﷺ:

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے احکامات ، حلال وحرام اور مامورات شرعیہ کواُمت کے سامنے کھول کھول کراُن کی حقیقت کو بالکل واضح کردیا۔اس لیے آپ ﷺ کو مبین کے نام سے نوازا گیاہے۔چنانچہ قرآن مقدس کی متعدد آیات بینات میں مبین کے اسم سے موسوم کیا گیاہے۔ارشادربانی ہے:

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔[83]

کیاانہوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب (حضرت محمد ﷺ) پر جنون نہیں ہے،وہ توبس صاف صاف ڈر سنانے والے ہیں۔اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

کیاہماری آیات کو جھٹلانے والوں نے غور نہیں کیاکہ ان کے صاحب یعنی محمد ﷺ پر کوئی جنون طاری نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کے برحق رسول ہیں اور حق ہی کی طرف بلاتے ہیں(نہیں ہیں وہ مگر صاف صاف ڈر سنانے والے)یعنی ظاہر کرنے والے ہیں ہراس بندے کے لئے جس کے پاس دل اور عقل ہے کہ جس سے وہ سمجھ سکے۔[84]

ان کے علاوہ متعدد آیات کریمہ میں آپ ﷺ کو مبین کہا گیا ہے اور کثیر احادیث مبارکہ میں بھی آپ ﷺ نے اپنی ذات کی طرف بیان و تبیین کی نسبت فرمائی، چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ منبر انور پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا:

لَا تَسئَلُونِی عَن شَیئٍ إِلَّا بَیَّنتٍ لَّکُم۔[85]

تم لوگ مجھ سے کسی بھی شی کے بارے میں دریافت کرو، میں ضرور اسے کھول کر بیان کر دوں گا۔

۷۔ اَلمُثَبِّتُ: مادہ (ث ب ت)

اَلثَّبَاتُ یہ زوال کی ضد ہے معنی: ایک حالت پر جمے رہنا کے ہیں۔[86]

قرآن مجید کلام الٰہی کی ایسی تاثیر رکھتا ہے کہ اس کو پڑھنے والا ہدایت پر جما رہتا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام اور ان کے ذریعے سے اپنی پوری امت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تم میں دو پختہ چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے (یعنی ہدایت پر جمے رہو گے) ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور دوسری چیز اس کے نبی ﷺ کی سنت۔

اس لئے قرآن مجید کو مثبت کہا جاتا ہے کہ یہ بندہ مومن کو ایمان پر ثبات و پختگی سے نوازتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن کے ذریعے اپنے رسولوں کی اخبار و اقاصیص بیان فرمائیں تاکہ آپ ﷺ کا دل مضبوط ہو اور آپ ﷺ کے توسط سے آپ ﷺ کی امت کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کو ایمان کی پختگی کا ذریعہ قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ [87]

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھیرائیں۔

آپ ﷺ پر پہلے انبیاءِ کرام علیہ السلام اور ان کی امتوں کے احوال پیش کیے تاکہ آپ ﷺ قلب مبارک مضبوط ہو۔اور پھر اُمتِ محمدیہ پر قرآنِ پاک کی تلاوت لازم کر دیا گیا تاکہ ان کے دلوں کو ایمان و اسلام پر ثبات حاصل ہو۔

المثبت ﷺ (کسی عمل پر مضبوطی سے کاربند رہنے والا)

رسول اللہ ﷺ کو اس اسم مقدس سے موسوم کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو ہدایت اور آپ ﷺ کو دینِ اسلام پر پختگی عطا فرمائی ہے۔آپ ﷺ کے قدم راہ خدا سے کبھی ڈگمگائے نہیں اور آپ ﷺ جب کسی کام کو شروع فرماتے تو اس پر ہمیشگی اختیار کرتے اور جمے رہتے تھے اس معنی کے لحاظ سے بھی آپ ﷺ کو المثبت کہا جاتا ہے۔

امام نبہانی نے آپ ﷺ کے اس اسم گرامی کو ایک شعر میں بھی ذکر فرمایا ہے:

محمد الحجة المومم   الحجة البينة الميمم

مثبت مثبت محكم   عدل ومنصف و نعم الحكم

ما قط منه احدا تظلما   صلى عليه ربنا و سلما-[88]

محمد ﷺ حجت ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے اور آپ ﷺ روشن دلیل ہیں اور آپ ﷺ مضبوط و محکم ہیں اور عادل و منصف ہیں اور کیا ہی بہترین حکمتوں والے ہیں۔آپ ﷺ سے کبھی بھی کوئی شخص ناواقف نہیں رہ سکتا، درود بھیجے ان پر ہمارا رب اور سلام بھیجے۔

خلاصہ البحث

صفت ایک ایسا کلمہ ہے جس سے اسم کی طرف نسبت کی جاتی ہے اور اسم کی خوبی یا برائی کی نشاندہی کرتی ہے۔صفتِ حقیقی میں موصوف کی ذاتی حالت کو واضح کرتی ہے گویا اسم وہ لفظ ہے جو کسی ذات یا اسکی صفت کو ظاہر کر رہا ہو۔یعنی کہ یہ بات تحقیق کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ "اسم ایک ایسا لفظ ہے جو کسی ذات یا اس کی صفات کو واضح کرتا ہے اگر اسم کسی کی ذات کو ظاہر کرتا ہے تو وہ اسمِ ذات کہلاتا ہے اور اگر وہ اس کی صفات کو واضح کرتا ہے تو اسم صفات کہلاتا ہے۔ذاتی اور صفاتی اسماء کی تقسیم اسی بات پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں حضور نبی اکرم ﷺ کے دو ذاتی اسماء محمد ﷺ اور احمد ﷺ ذکر کیے ہیں۔اور اس کے علاوہ کثیر تعداد میں صفاتی اسماء بیان فرمائے ہیں۔اسماء کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح سے اسمائے حسنیٰ کی کثیر تعداد ہے اسی طرح اللہ کے محبوب ﷺ کے بھی اسماءِ صفاتی کی کثیر تعداد ہے۔علامہ قاضی عیاض مالکیؒ نے اپنی تالیف "الشفاء بتعریفِ حقوقِ مصطفیٰ ﷺ " میں

اس سلسلے میں ایک مکمل باب مقرر کیا ہے جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسمائے حسنیٰ کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر کن جہات اور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ پر کس طرح ہوتا ہے۔اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ ﷺ کا کثیر الاسماء ہونا آپ ﷺ کی عظمت و بلندی اور شان و شوکت پر دلالت کرتا ہے۔

دینِ اسلام کے دو بنیادی مآخذ ہیں: قرآن و سنت، جو کہ حکمِ الٰہی میں ایک ہی ہیں اور کیفیت کے اعتبار سے الگ الگ ہیں۔ان دونوں کا آپس میں تعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ انسان میں روح اور جسم کا ہے۔اس لیے ان دونوں کو اپنا دستور العمل بنانا پڑے گا اگر ان دونوں کو الگ کریں گے تو باعثِ گمراہی ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے کہ "جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی"

حوالہ جات

1۔راغب اصفہانی،ابوالقاسم حسین بن محمد،**المفردات القرآن** (اردو)، مترجم و حواشی: شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ،لاہور اسلامی اکادمی،اردو بازار، طبع: اوّل،66/1۔

2۔الزبیدی، محمد مرتضٰی، الحسینی، **تاج العروس من جواہر القاموس**، تحقیق: عبدالستار احمد فراج، حکومت الکویت، ۱۹۶۵، 68/10۔

3۔ابن فارس، ابی الحسین احمد،۳۹۵ھ، **معجم مقاییس اللغۃ** (ابنِ فارس)، تحقیق و ضبط: عبدالسلام محمد ہارون، طبع: الثانی، مصر، دار الفکر،۱،۱۹۸۹/137

4۔الطلاق:5

5۔زرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ، **البرھان فی علوم القرآن**، محقق: محمد ابو الفضل ابراہیم، بیروت، لبنان، دار التراث،۲۰۰۸، جلد ۱، ص:۲۹۳

6۔السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، **الاتقان فی علوم القرآن**، محقق: مرکز الدراسات القرآنیہ، السعودیۃ، مجمع الملک فھد لطباعت المصحف الشریف،۲۰۰۸، جلد نمبر ۲، ص:۳۳۹۔

7۔حسّان بن ثابتؓ،ابن منذر جزرجی، **دیوان**، بیروت، لبنان: دار المکتب العلمیہ،۱۹۹۴ء، ص:24۔25۔

8۔طٰہٰ،132

9۔**جامع البیان للطبری**،479/8

10۔الاعراف،199

11۔ **تفسیر طبری**،154/6

12۔الاعراف:157

13۔ **تفسیر طبری**،85/6

14 .**مسند احمد**،492/3

15. **سنن ابی داؤد**، کتاب السنہ ،رقم الحدیث:4605

16 ۔/https://mawdoo3.com **قصیدة البوصیری فی مدح الرسول**

17۔ **سبل الھدٰی:** 531/1

18۔المفردات القرآن،65/1

19 ۔ابن رشد، محمد بن احمد، القرطبی (۵۲۰ھ)، **البیان والتحصیل** ،دار لاغرب الاسلامی، بیروت، الطبعة: الثانیة، ۱۹۹۸ء ص:162

20۔ **تفسیر ابن کثیر**،19/1۔

21 ۔ابن عدی، ابو احمد، الجرجانی (۳۶۵ھ)، **الکامل فی ضعفاء الرجال** ،دار الکتب العلمیہ ،بیروت، طبعة :الاولیٰ،۱۹۹۷ء ،461/5۔

22 ۔دیلمی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الھمذانی (۵۰۹ھ)، **مسند الفردوس**، بیروت، لبنان : دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ،16/3،رقم الحدیث:4022۔

23۔الاسراء:71

24۔**الریاض الأنیقه في شرح أسماء خیر الخلیقه**، ص:۱۰۹

25۔ **جامع الترمذي**، کتاب المناقب، حدیث نمبر:۳۶۱۳

26۔ابن ماجہ، محمد بن یزید، القزوینی، **السنن ابن ماجہ**،لاہور: جاوید پبلی کیشنز اُردو بازار،۲۰۰۸ء، کتاب اقامة الصلوة، حدیث نمبر:۹۰۶

27۔ **دیوان حسان**، ص:۴۵۶

28۔**المفردات القرآن**،107-106/1

29۔الانعام:92

30 ۔البغوی، الحسین بن مسعود، _**معالم التنزیل فی تفسیر القرآن**_ ،دارطیبة للنشر والتوزیع،الطبعة الرابعة، ۱۴۱۷ھ ،168/3۔

31۔ابن عاشور، محمد الطاہر، **التحریر والتنویر**،الدار التونسیة للنشر تونس،۲۰۰۸ء، 370/7۔

32۔البلیھی، صالح بن ابراہیم، **الھدی والبیان فی اسماء القرآن**،المطبوع من المؤلف،الطبعة الثانیة: اولی،۱۴۰۳ھ ،23/2۔

33۔الانعام:155

34۔ **تفسیر ابن کثیر**،332/3

35۔الانبیاء،50

36۔ ص،29

37۔**التحریر والتنویر**،251/23

38۔الاحزاب،۵۶

39۔ **تفسیر طبری**،۳۲۹/۱۰

40۔الخازن، علی بن ابراہیم، البغدادی،(۷۴۵ھ)، _**لباب التأویل في معاني التنزیل المعروف تفسیر البیضاوی**_ ،بیروت، دار الکتب العلمیہ،الطبعة: الاولی،۱۴۱۵ھ ،35/3

41۔المؤمنون:29

42۔**شرح المواہب اللدنیة**،142/3

43۔**الطبقات الکبریٰ**، 326/2

44۔**المفردات القرآن**،108/1

45۔النساء:174

46۔**زاد المسیر فی علم التفسیر**،503/1

47۔ **تفسیر ابن کثیر**،428/2

48۔النساء:174

49۔**شرح المواہب اللدنیة**،123/3

50۔ **تفسیر کبیر**،348/3

51۔**المفردات القرآن**،116-115/1

52۔**الاتقان فی علوم القرآن**،115،**والبرھان فی علوم القرآن**،194

53۔البقرۃ:97

54۔التوبہ،21

55۔الاسراء،9

56۔النساء،138

57۔الفتح،۸

58۔التوبہ،۲۱

59۔السباء،۲۸

60۔ **تفسیر طبری**،۳۷۷/۱۰

61۔البقرۃ،۱۱۹

62۔الصف،۶

63۔ **تفسیر المظھری**،۲۷۱/۹

64۔ **صحیح بخاری**،کتاب الرقاق،حدیث نمبر:۶۴۴۳

65۔الدارمی،ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن،**السنن**،بیروت،لبنان:دارالکتاب العربی،۱۴۰۷ھ،المقدمہ،رقم الحدیث:۴۹

66۔**المفردات القرآن**،159-158/1

67۔ **تاج العروس**،82/18

68۔آل عمران:138

69۔ **تفسیر ابن کثیر**،110/2

70۔**زادالمسیر**،328/1

71۔العنکبوت:49

72۔ **تفسیر القرطبی**،354/13

73۔الانعام:157

74۔ **تفسیر ابن کثیر**،333/3

75۔النحل:89

76۔ **تفسیر ابن کثیر**،510/4

77۔الرحمٰن:4

78۔القیامۃ:19

79۔ **سنن نسائی**،261/2

80۔البینۃ:1

81۔**الدر المنثور**،379/6

82۔ایضاً

83۔الاعراف،۱۸

84۔ **تفسیر ابن کثیر**،239/2

85۔ **صحیح البخاری**، کتاب الفتن، رقم الحدیث:۷۰۸۹

86۔**المفردات القرآن**،173/1

87۔ھود:120

88۔النبہانی، یوسف بن اسماعیل، **احسن الوسائل**، دار الحزم، ص:۱۱۸